امام محمد بن مسلم - ابن شہاب - زہری رحمہ اللہ

۵۱ھ - ۱۲۴ھ

(مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب صدر مدرس تقویۃ الاسلام لاہور)

امام زہری امت مسلمہ کے وہ خوش نصیب فرد ہیں جنہیں خالق کائنات نے بہت سی خوبیوں اور بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ وہ اپنی علمی استعداد، اجتہادی قابلیت اور علمی جدوجہد کی وجہ سے بڑے مرتبہ بلند پر فائز ہیں۔ آپ کو اپنے زمانہ سے لے کر آج تک کے علماء کا اعتماد حاصل ہے جو سب کے سب آپ کے حفظ، اتقان، جلالت و امامت اور صدق و امانت پر متفق ہیں۔ اس میں محدثین، فقہاء، ائمہ جرح و تعدیل، ملوک و سلاطین، اخباریین اور مؤرخین ہر طبقہ کے لوگ شامل ہیں۔ سب میں آپ کی ثقاہت و عدالت اور امانت و دیانت مسلّم رہی ہے یہ قبولیت اور پذیرائی ان کے معاصرین سے لے کر آج تک حاصل رہی ہے اور یہ درجہ آپ کو کتاب و سنت کی حفاظت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کی تدوین اور پھر ان کی نشر و اشاعت میں فقید المثال جدوجہد کی وجہ سے ملا ہے۔ خود آپ کا اپنا بیان ہے کہ علم کی تحصیل اور اس کی تکمیل میں جو مصیبتیں میں نے جھیلی ہیں، کسی نے نہیں جھیلیں اور جس وسیع پیمانے پر میں نے اس کی نشر و اشاعت کی ہے کسی نے نہیں کی۔

آپ کا یہ بیان سو فیصدی درست اور صحیح ہے۔ اس میں کسی قسم کی مبالغہ آمیزی کو قطعاً دخل نہیں ہے۔ جہابذہ قوم کو اس کا اعتراف ہے اور دواوین اسلام اور کتب احادیث آپ کی صداقت کے شاہد عدل۔

لیکن جہاں آپ سے جاہل سے لے کر عالم اور گدا سے لے کر شاہ تک امت کا ہر فرد خوش ہے اور اپنے آپ کو امام موصوف کا ممنونِ احسان سمجھتا ہے وہاں بدقسمتی سے دو گروہ بغوائے "لحاجۃ فی نفس یعقوب" آپ سے بے حد ناخوش ہیں: ایک یورپ کے مستشرق اور دوسرا ان کا کاسہ لیس بعض ممالک اسلامیہ کا منکر حدیث طبقہ۔ ان دونوں کی سر توڑ کوشش ہے کہ کسی نہ کسی طرح

امام موصوف کو ضعیف وساقط الاعتبار قرار دے دیں۔ خواہ اس کے لئے کتنی ہی افترا پردازی اور کذب بیانی سے کام لینا پڑے۔ ان حضرات کو آپ سے شاید اس لئے کد ہے کہ آپ کو فن حدیث میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ دین کا کوئی مسئلہ اور حدیث کا کوئی باب ایسا کم ہی ہوگا جس میں آپ کی روایت کردہ کوئی حدیث موجود نہ ہو اور حدیث ہی وہ چیز ہے جو تحریف شریعت اور مسخ دین (جو ان لوگوں کا اصلی مشن ہے) کی راہ میں سنگ گراں کی طرح حائل ہے۔ اب یہ لوگ چاہتے ہیں کہ حاملین حدیث کی مرکزی شخصیتوں پر — جن میں امام زہری سرفہرست ہیں — ہاتھ صاف کریں۔ انہیں وضاع، کذاب اور ناقابل اعتبار بنا دیں کہ رہے بانس نہ بجے بانسری

اس مقالہ میں ہم امام موصوف کے تفصیلی حالات پیش کر رہے ہیں جن سے معلوم ہو جائے گا کہ عالم اسلام کی اس مسلمہ ہر دلعزیز اور محبوب شخصیت کو مسخ شدہ صورت میں پیش کرنا شرمناک ہی نہیں بلکہ چاند پر تھوکنے کے مترادف ہے۔ حالات کے بعد امام موصوف پر مستشرقین اور منکرین حدیث کی طرف سے عائد کردہ الزامات اور اتہامات کا جواب دیا جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب۔

. . . .

نام و نسب محمد بن مسلم نام، ابوبکر کنیت سلسلۂ نسب اس طرح ہے: محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب بن عبد اللہ بن حارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ۔ اپنے دادا — عبید اللہ — کے دادا شہاب کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے "ابن شہاب زہری" سے اس قدر شہرت پائی کہ اصلی نام اکثر لوگوں کے حافظہ سے اُتر جاتا ہے۔ عموماً کتب حدیث و تفسیر اور کتب فقہ میں آپ کا تذکرہ "ابن شہاب" یا "زہری" کے نام سے ہی ہوتا ہے۔ ۵۱ھ میں مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے پردادا عبد اللہ دو بھائی تھے اور دونوں کا نام عبد اللہ تھا۔ عبد اللہ اکبر اور عبد اللہ اصغر — عبد اللہ اکبر آپ کے پردادا ہیں اور سابقین اولین صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے پھر اہل مکہ کے مسلمان ہونے کی خبر سن کر واپس آ گئے لیکن مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے قبل مکہ میں انتقال فرمایا۔ ان کا پہلا نام "عبد الجان" تھا۔ اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر "عبد اللہ" نام رکھ دیا۔

آپ کے پر نانا عبداللہ اصغر جنگ بدر میں مشرکین مکہ کی فوج میں شامل تھے جنگ احد میں بھی مسلمانوں کے خلاف لڑے اور ان چار آدمیوں میں سے ہیں جو گھر سے یہ عہد کر کے نکلے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کئے بغیر واپس نہیں آئیں گے۔ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک انہوں نے زخمی کیا تھا۔ بعد میں اسلام لاکر صحابۂ کرام کے زمرہ میں داخل ہو گئے[1]

آپ کے والد مسلم ایک جانباز اور بہادر سپاہی تھے حضرت عبداللہ بن زبیر کی حمایت میں عبدالملک بن مروان کے خلاف مصروفِ پیکار رہے۔ بالآخر امام زہری کے بچپن ہی میں انہیں نہایت افلاس اور غربت کی حالت میں چھوڑ کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کی تربیت آپ کی والدہ اور بڑے بھائی نے کی۔ جن کے حالات سے تاریخ یکسر خاموش ہے۔

طلب علم | سن رشد کو پہنچنے کے بعد حسب معمول تعلیم کا آغاز ہوا۔ مدینہ طیبہ میں مقیم صحابہ کرام اور ان کے صحبت یافتہ تابعین عظام کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہ کیا۔ اساتذہ میں مرد و زن اور پیر و جوان ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ دس صحابہ سے شرفِ لقا ہونے کی وجہ سے صغار تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کے بے شمار شیوخ میں سے بعض کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:-

حضرت انس رضی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی، حضرت جابر رضی، حضرت محمود بن ربیع رضی، حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی، حضرت عبداللہ بن عامر رضی، امام سعید بن مسیب، امام سلیمان بن یسار، امام عروہ بن زبیر، امام قاسم بن محمد، امام ابوسلمہ بن عبدالرحمان، امام عبیداللہ بن عبداللہ، امام خارجہ بن زید اور حضرت عمرہ بنت عبدالرحمن وغیرہ۔

آپ سے تعلیم حاصل کرنے اور فیض یاب ہونے والوں میں حضرت عطا بن ابی رباح، عمرو بن دینار، ابوالزبیر مکی، صالح بن کیسان، امیرالمومنین عمر بن عبدالعزیز، امام لیث بن سعد، ایوب سختیانی، امام مالک، ہشام بن عروہ، سفیان بن عیینہ، محمد بن منکدر، موسیٰ بن عقبہ، امام اوزاعی، یزید بن ابی حبیب، یحییٰ بن سعید انصاری اور ہشیم جیسے اجلہ ائمہ حدیث اور نادرۂ روزگار ہستیاں شامل ہیں۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

تحصیل علم کے دوران میں سستی، کاہلی اور کسی طرح کی بھی غفلت نام کو بھی نہیں تھی۔ انتہائی

[1] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ص ۳۸۶ ج ۱ طبع حیدرآباد دکن اصابہ ص ۸۵ ج ۴ طبع مصر ۱۹۰۹ء

صبر اور بے مثال استقلال سے کام لیتے ہوئے منزلِ مقصود کی طرف بڑھتے رہے۔ راستہ کی ہر مصیبت اور مقصد سے دُور کر دینے والی ہر رکاوٹ کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور مسلسل سالہائے دراز تک اس کٹھن اور حوصلہ شکن سفر کو اس طرح جاری رکھا کہ بالآخر وہ وقت آگیا جبکہ زمانہ آپ کے تفوّق و برتری کے نہ صرف اعتراف بلکہ اعلان پر مجبور ہوا۔ ائمہ کبار اور سلاطین علم معاصرین نے کھلے دل سے شہادت دی کہ آج روئے زمین پر آپ کے سوا اس قابلیت اور جامعیت کا دوسرا کوئی شخص موجود نہیں۔

طلبِ علم میں آپ کی سعی و عمل اور جانکاہی کے حیرت انگیز واقعات صفحاتِ تاریخ پر پھیلے ہوئے ہیں۔ جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایسے محنتی، ہونہار اور مستعد طالب علم کو اپنے جملہ معاصرین پر سبقت لے جانا ہی چاہیئے تھا۔ بطور نمونہ چند ایک درج ذیل ہیں۔

(۱) ابراہیم بن سعد کا بیان ہے۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا۔ امام زہری کو آپ لوگوں پر فوقیت کیسے حاصل ہوئی۔ بولے۔ وہ حلقہ ہائے درس اور مجالس علم میں سب سے پہلے آیا کرتے تھے کبھی دیر سے یا لیٹ ہو کر نہیں آتے تھے۔ مجلس میں حاضر ہوتے والے ہر پیر و جوان سے ملتے اور ان سے علمی باتیں پوچھا کرتے تھے۔ پھر سبق ختم ہونے کے بعد انصار کے گھروں اور محلّوں میں نکل جاتے۔ جس جوان بوڑھے مرد یا عورت سے ان کی ملاقات ہوتی ان سے سوالات کرتے حتیٰ کہ پردہ نشین مستورات کے پاس پہنچ جاتے تھے اور ان سے تحصیل علم میں کسی طرح عار نہیں سمجھتے تھے۔[1]

خود فرماتے ہیں: میں علم حاصل کرنے کے لئے ثعلبہ بن ابی معین کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دن وہ میرے حد سے بڑھے ہوئے اشتیاق کو دیکھ کر فرمانے لگے معلوم ہوتا ہے تمہیں علم سے بے پناہ محبت ہے۔ میں نے کہا جی ہاں! اس میں کیا شک ہے۔ بولے۔ تو پھر تم شیخ سعید بن مسیب کی خدمت میں جاؤ اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھو۔ چنانچہ میں ان کے پاس پہنچا اور مسلسل سات سال تک ان سے اکتسابِ فیض کیا۔ پھر وہاں سے فارغ ہو کر حضرت عروہ بن زبیر کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے عمیق بحرِ علم کو اپنے سینہ میں منتقل کر لیا۔[2]

[1] تہذیب الاسماء واللغات ص ۹۱ و تہذیب التہذیب ص ۴۴۹ [2] البدایہ ص ۳۴۵ ج ۹

نیز فرمایا۔ مجھ سے امام قاسم بن محمد نے کہا۔ میں تمہیں تحصیل علم میں بڑا حریص پاتا ہوں کیا آج تمہیں ایک ایسی شخصیت کی اطلاع نہ دوں جسے علم کا خزانہ کہنا چاہیئے؟ میں نے کہا کیوں نہیں ضرور بتلایئے۔ میں تو ہر وقت ایسی شخصیتوں کی تلاش میں رہتا ہوں۔ فرمانے لگے۔ عمرہ بنت عبدالرحمان کے حلقۂ درس کو لازم پکڑو۔ انہوں نے اعلم صحابہ حضرت عائشہ رضؓ کے گھر پرورش پائی ہے اور ان ہی سے تعلیم حاصل کی ہے۔ چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعی ہی انہیں علم کا ایک نہ خشک ہونے والا سمندر پایا۔[1]

(۲) آپ کے ہم سبق امام صالح بن کیسان فرماتے ہیں:۔

میں اور امام زہری ایک ساتھ علم حاصل کرتے تھے۔ ہم نے طے کیا کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث لکھیں گے جب ان سے فارغ ہو چکے تو (امام) زہری کہنے لگے: آیئے اب صحابہ کرام کے قضایا اور فیصلہ جات بھی لکھیں۔ یہ بھی سُنّت ہی کی ایک قسم ہیں۔ میں نے کہا یہ سُنّت نہیں ہیں ہم انہیں کیوں لکھیں؟ لیکن انہوں نے مجھ سے اتفاق نہ کیا اور صحابہ کرامؓ کے قضایا، فتاویٰ اور اقوال میں سے جو کچھ مل سکا احاطہ تحریر میں لے آئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے اور میں علم کے ایک نہایت قیمتی حصّہ سے محروم رہ گیا۔[2]

(۳) آپ کے ایک دوسرے ہم سبق امام ابوالزناد کا بیان ہے:۔

كنا لا نكتب الا السنة و كان الزهري يكتب كل شئ فلما احتيج اليه عرف انه اوعى الناس[3]	ہم صرف حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے پر اکتفا کرتے تھے لیکن زہری حدیث کے علاوہ جو علمی بات ملتی سب لکھ لیتے تھے۔ آگے چل کر جب ضرورت پیش آئی تو معلوم ہوا کہ وہی سب لوگوں سے زیادہ علم یاد رکھنے والے ہیں

حافظ ابن حجرؒ کے الفاظ یہ ہیں:۔

كنا نكتب الحلال والحرام وكان ابن الشهاب يكتب كل ما سمع فلما احتيج اليه علمت انه اعلم الناس[4]	ہم صرف حلال و حرام کے مسائل لکھتے تھے مگر زہری جو کچھ بھی سُنتے لکھ لیتے تھے جب ضرورت پیش آئی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہی سب لوگوں سے بڑے عالم ہیں۔

[1] تذکرہ ذہبی ص۱۰۶ ج ۱۔ [2] البدایہ ص۳۴۴ ج۹ [3] البیان والتبیین للجاحظ ص۲۳۰ ج۳ [4] تہذیب التہذیب ص۴۴۸ ج۹

(۴) آپ حضرت عروہ بن زبیر کے حلقۂ درس سے سبق پڑھ کر واپس آتے تو اپنی لونڈی سے مخاطب ہو کر فرماتے۔ حدثنا عروۃ حدثنا فلان۔ وہ کہتی مجھے تو کچھ پتہ نہیں چلتا۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ فرماتے:۔

اسکتی لکاع! فانی لا اریدک، نالائق چپ رہ! میں تجھے نہیں سمجھا رہا۔ میں اپنا

انما ارید نفسی[۱] سبق یاد کر رہا ہوں۔

(۵) بسا اوقات آپ دیہات میں نکل جاتے اور بدوؤں کو پڑھانے لگتے تاکہ علم نہ بھول جائے فرمایا کرتے تھے: علم کا تذکرہ چھوڑنے سے علم کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے[۲]۔

(۶) معمر کہتے ہیں ایک دن میں امام موصوف کی ملاقات کے لئے آیا۔ اس وقت آپ رصافہ میں مقیم تھے۔ جب دیکھا کہ ابھی تک کوئی پڑھنے والا نہیں آیا تو انہوں نے مجھے ہی پڑھانا شروع کر دیا اور مجھ سے احادیث بیان کرتے لگے[۳]۔

مذکورہ بالا واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ تحصیل علم میں کس قدر مستعد اور اس کے حفظ و نگہداشت میں کتنے حریص تھے۔ تعلیم کے دوران میں اور اس کے بعد آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ افادہ یا استفادہ کے لئے وقف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب تعلیم و تعلم سے فارغ ہو کر گھر پہنچتے تو اپنے گرد کتابوں کے ڈھیر لگا لیتے۔ پھر ان کے مطالعہ میں اس قدر منہمک ہوتے کہ گرد و پیش کی مطلق خبر نہ رہتی۔ بسا اوقات آپ کی بیوی اس علیحدگی اور مسلسل کتب بینی سے تنگ آ کر کہتی:

واللہ لھذہ الکتب اشد علی من ثلث ضرائر[۴]

بخدا! تمہاری یہ کتابیں میرے لئے تین سوکنوں سے زیادہ تکلیف دہ اور ضرر رساں ہیں۔

اساتذہ کی خدمت گزاری آپ اپنے اساتذہ کے وفادار، اطاعت شعار اور سچے خدمتگذار تھے۔ ان کی ہر طرح سے خدمت بجالاتے۔ حتیٰ کہ ان کے گھروں میں پانی بھرنے کو اپنے لئے عار نہیں سمجھتے تھے۔ امام مالک فرماتے ہیں۔ امام زہری عالم ہونے کے باوجود جب حضرت عبید اللہ کی خدمت میں حدیث پڑھنے کے لئے حاضر ہوتے تو ایک سعادت مند شاگرد کی طرح ان کی خدمت کرنے اور ان کے لئے کنوئیں سے پانی بھر کر لاتے تھے[۵]۔ خود فرماتے ہیں: میں اپنے استاذ محترم حضرت

---

[۱] البدایہ ص۳۴۱ ج۹ [۲] ایضاً ص۳۴۵ ج۹ [۳] حلیۃ الاولیاء ص۳۶۲ ج۳ [۴] ابن خلکان ص۴۵۱ ج۱ [۵] تذکرہ ص۱۰۲ ج۱

عبید اللہ بن عبد اللہ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ حتیٰ کہ جب میں ان کے خادم کی عدم موجودگی میں دروازے پر دستک دیتا اور آپ پوچھتے کون ہے؟ تو آپ کی لونڈی کہتی۔ یہ آپ کا کمزور آنکھوں والا غلام ہے (غلامك الاعیمش) میری خدمت گزاری کی وجہ سے وہ مجھے ان کا غلام سمجھتی تھی[۱]

تعظیم و تکریم آپ اپنے اساتذہ کا بے حد احترام ملحوظ رکھتے تھے۔ کبھی کوئی ایسی حرکت نہیں کرتے تھے جس سے ان کے دلوں میں ادنیٰ سا ملول اور کبیدگی پیدا ہونے کا بھی احتمال ہو خدانخواستہ اگر کوئی ایسی صورت پیش آجاتی تو جب تک ان کی ناراضگی دور نہ کر لیتے طبیعت کو چین نہ آتا۔ حدیث بیان کرتے وقت نہایت ادب کے ساتھ ان کا نام زبان پر لاتے تھے۔ چنانچہ ہر استاذ کے متعلق فرماتے۔

کان من اوعیۃ العلم ولا یقول کان عالماً[۲] یعنی یہ نہیں کہتے تھے کہ وہ عالم ہے بلکہ فرماتے تھے وہ علم کا خزانہ ہیں۔

خود فرماتے ہیں۔ میں حضرت عروہ بن زبیر کے دروازہ پر ان کے نکلنے کا انتظار کیا کرتا تھا جب وہ باہر نہ آتے تو دیر تک انتظار کرنے کے بعد واپس چلا آتا۔ مگر ان کی عظمت و احترام کے پیش نظر اندر داخل نہ ہوتا۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو اندر داخل ہو سکتا تھا[۳]

ایک دفعہ بنو امیہ کے کسی خلیفہ نے آپ سے آپ کے استاد حضرت سعید بن مسیّب کے متعلق پوچھا تو آپ نے بڑی گرمجوشی اور عقیدت سے ان کے علم اور دیگر کوائف کا تذکرہ کیا چونکہ حضرت سعید بنو امیہ سے برگشتہ تھے۔ اس لئے انہیں شاگرد کی یہ حرکت پسند نہ آئی۔ جب آپ مدینہ منورہ آئے تو استاذ محترم حضرت سعید کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا اور نہ کوئی دوسری کلام کی۔ سعادت مند شاگرد کے لئے استاد کا یہ اعراض روحانی اذیّت کا باعث ہوا۔ چنانچہ جب حضرت سعید گھر جانے لگے تو آپ بھی استاذ کی ناراضگی دور کرنے کے لئے ساتھ ہو لئے۔ راستہ میں عرض کیا حضرت! مجھ سے کیا غلطی سرزد ہوئی کہ آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا اور کلام تک کرنا گوارا نہیں فرمایا۔ آپ کو میری کونسی نازیبا حرکت کی اطلاع ملی ہے؟ میں نے تو سوائے آپ کے ذکر خیر کے

۱؎ البدایہ صفحہ ۳۴۴/۹ ۲؎ البدایہ صفحہ ۳۴۵/۹ ۳؎ حلیۃ الاولیاء صفحہ ۳۶۲/۳

کچھ نہیں کہا۔ رحمدل شیخ نے وفا کیش شاگرد کا قصور معاف کرتے ہوئے فرمایا۔ بس غلطی یہی تھی کہ تم نے بنو مروان کے پاس میرا تذکرہ کیوں کیا۔[1]

اس میں شک نہیں کہ علمی و عملی کمال میں آپ کی پیہم محنت اور لگاتار کوشش و جانفشانی کو بہت بڑا دخل ہے۔ اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ آپ کا تقدّم و تفوق آپ کے ذہن ثاقب اور فکر رسا کا رہین منّت ہے۔ مگر اس کے ساتھ اس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ آپ نے اساتذہ کی خدمت گزاری اور اطاعت شعاری سے ان کے دل موہ لئے تھے۔ نیز ادب و احترام اور اپنی سلیقہ مندی سے انہیں اپنا اس قدر گرویدہ بنا لیا تھا۔ کہ انہوں نے خوش ہو کر کمال شفقت اور انتہائی فراخدلی کے ساتھ نہ صرف اپنا اپنا پورا علمی سرمایہ آپ کے سپرد کر دیا بلکہ آئندہ کے لئے مزید ترقی اور کمال کی طرف ہر طرح آپ کی رہنمائی کی نتیجہ یہ ہوا کہ آپ آسمان علم پر آفتاب نصف النہار بن کر چمکے اور آج تک علمی حلقوں میں آپ کا نام نہایت ادب سے لیا جاتا ہے اور قیامت تک لیا جاتا رہے گا۔

طالبان علم کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان بےادبی گستاخی اور خدمت گزاری سے جی چرا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے استاذ کی شفقت اور ہمدردی کھو بیٹھتا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ فوائد علم اور اس کی برکت سے محرومی ہے۔ اعاذنا اللّٰہ تعالیٰ من الخذلان والحرمان۔

حافظہ آپ کا حافظہ بڑا قوی اور یادداشت بہت مضبوط تھی۔ ایک دفعہ سُنی ہوئی بات دل پر اس طرح نقش ہو جاتی تھی۔ جیسے پتھر پر لکیر۔ آپ کا اپنا بیان ہے:۔

ما استودعت قلبی شیئًا فنسیته[2]	کبھی ایسا نہیں ہُوا کہ میں نے کوئی چیز اپنے دل کے سپرد کی ہو اور مجھے بھول گئی ہو۔

نیز فرمایا:۔

انی لامر بالبقیع فاسد اذانی مخافة ان یدخل فیها شئ من	میں بقیع (مدینہ منورہ کا قبرستان) سے گزرتا ہوں تو اس خوف سے اپنے کان بند کر لیتا ہوں کہ مبادا اس

[1] البدایہ والنہایہ ص ۳۴۵/۹ [2] تہذیب التہذیب ص ۴۴۸/۹

اتخافوا اللہ ما دخل اذنی شیٔ فنسیتہ[1] | میں کوئی بیہودہ اور فحش کلام داخل ہو جائے واللہ! میرے کان میں کبھی کوئی ایسی چیز داخل نہیں ہوئی جو مجھے بھول گئی ہو۔

بارہا خلفاء نے آپ کے حافظہ کا امتحان لیا مگر کبھی ان کو انگشت نمائی اور اعتراض کا موقع نہیں ملا بلکہ الٹا انہیں آپ کے قوی حافظہ کا اعتراف کرنا پڑا۔ ایک دفعہ خلیفہ ہشام بن عبد الملک نے آپ سے اپنے صاحبزادے کے لیئے کچھ احادیث لکھانے کی التجا کی۔ جو آپ نے منظور کر لی۔ اور کاتب کو بلا کر چار سو احادیث املا کرا دیں۔ کچھ عرصہ کے بعد ہشام نے امتحان لینے کی غرض سے کہا آپ کی املا کردہ احادیث ضائع ہو گئی ہیں۔ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں میں پھر سے لکھائے دیتا ہوں آپ نے کاتب کو املا کردہ احادیث دوبارہ املا کرا دیں۔ ہشام نے اس تحریر کا پہلی تحریر سے مقابلہ کیا تو ایک حرف کی بھی کمی بیشی ثابت نہ ہوئی[2]

ایک دفعہ خود عبد الملک نے آپ سے پوچھا کیا تمہیں قرآن مجید حفظ ہے؟ آپ نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے کہا مجھے علم میراث کے مسائل اور احادیث بھی حفظ ہیں۔ چنانچہ عبد الملک نے ان تمام علوم میں جن کا آپ نے تذکرہ کیا تھا امتحان لیا اور آپ کو کامیاب دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ آپ کا تمام قرض ادا کر دیا اور آئندہ کے لیئے بیت المال سے مستقل وظیفہ مقرر کرتے ہوئے کہا۔

اطلب العلم فانی اری لك عینا حافظة وقلبا ذکیا۔[3] | ابھی مزید علم حاصل کرو میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری آنکھ یاد رکھنے والی اور دل ذکی ہے۔

آپ کے کمال حفظ کی سب سے بڑی اور سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ آپ نے پورا قرآن کریم ۸۰ دن (یعنی تین مہینے) کی قلیل مدت میں حفظ کر لیا تھا[4]

خود فرماتے ہیں "مجھے اپنی یاد کی ہوئی احادیث میں کبھی شک نہیں ہوا۔ صرف ایک مرتبہ ایک حدیث میں شک ہوا تھا اس کے متعلق میں نے اپنے ہم سبق سے پوچھا تو اسی طرح نکلی جس طرح میں نے یاد کی تھی[5]

---

[1] جامع البیان العلم لابن عبد البر ص ۹۵ ج ۱ [2] تذکرۃ الحفاظ ص ۱۰۳ ج ۱ و تہذیب التہذیب ص ۴۴۹ ج ۹ [3] البدایہ والنہایہ ص ۳۴۴ ج ۹۔

[4] تذکرۃ الحفاظ ص ۱۰۴/۱۰۶ [5] ایضاً

آپ تقویت حافظہ کے لئے شہد اور منقیٰ بکثرت استعمال کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے شہد سے دماغ روشن ہوتا ہے اور منقیٰ حافظہ کو قوی کرتا ہے۔ آپ کا مشہور مقولہ ہے۔

من احب حفظ الحدیث فلیاکل الزبیب [1] — یعنی حافظ حدیث کو منقیٰ استعمال کرنا چاہیئے۔

آپ سیب اور اس چیز کو جس میں چوہا منہ ڈال جائے پسند نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے اس سے نسیان پیدا ہوتا ہے [2]

آپ کا مقام علمائے اسلام کی نظر میں | امام موصوف ان معدودے چند افراد میں سے ہیں جن کو اپنے زمانے سے لے کر آج تک کے علما کا اعتماد حاصل ہے اور وہ تمام کے تمام آپ کی جلالت و امامت اور حفظ و اتقان پر متفق ہیں جسے دیکھیں آپ کے فضائل و مناقب میں رطب اللسان اور آپ کی مدح و ثنا میں قصیدہ خواں ہے۔ اس میں محدثین، فقہاء، آئمہ، جرح و تعدیل، ملوک و سلاطین، اخباریین اور مورخین سبھی قسم کے لوگ شامل ہیں۔ کسی کو آپ سے نہ کوئی شکایت ہے اور نہ کسی کو آپ کی ثقاہت و عدالت اور امانت و دیانت پر کوئی اعتراض۔ اگر کہا جائے کہ آپ امت مسلمہ میں قبولیت اور پذیرائی کے اس اونچے مقام پر فائز ہیں جو نہ صرف آپ کے معاصرین بلکہ آج تک کسی کو حاصل نہیں ہوا تو یہ کچھ بیجا نہیں ہے۔ آپ کے اہل اسلام پر اس قدر احسان ہیں کہ وہ ان کے شکریہ سے کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے کتب اسلام کو اٹھا کر دیکھئے وہ آپ کی مرویات سے معمور اور آپ کے فتاوے اور اجتہادات سے بھرپور ہیں۔ حفظ دین اور تدوین حدیث میں جو سعی آپ نے فرمائی ہے اس میں کوئی آپ کا شریک و سہیم نہیں ہے۔ ان ہی خدمات جلیلہ اور مساعی جمیلہ کی وجہ سے آپ امت کے ہر طبقہ میں محبوب و ممدوح ہیں۔ اب ہم چند اقوال پیش کرتے ہیں جن سے اندازہ ہو گا کہ کس جوش عقیدت سے علماء نے کابراً عن کابر و نسلاً بعد نسل آپ کی خدمات کو سراہا ہے اور کتنی والہانہ محبت سے آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

آپ کی نسبت آپ کے معاصرین کی رائے | امام عمرو بن دینار جو خود بہت بڑے محدث اور بے نظیر فقیہ تھے نیز ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس اور حبر امت حضرت عبداللہ بن عمر کے تربیت یافتہ

---

[1] شذرات الذہب ص ۱۹۲ [2] البدایہ ص ۳۴۲/۹

ہونے کی وجہ سے کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے ۔ ملاقات سے پہلے آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے زہری کے پاس کیا رکھا ہے ۔ میں حضرت عبداللہ بن عمر کا فیض یافتہ ہوں وہ ان سے نہیں ملے ۔ مجھے حضرت عبداللہ بن عباس سے شرف تلمذ حاصل ہے اور وہ اس سے محروم ہیں ؟ جب امام زہری مکہ میں آئے تو اپنے تلامذہ سے کہا مجھے اٹھا کر زہری کے پاس لے چلو (اس وقت اپاہج ہونے کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور تھے) تلامذہ نے انہیں اٹھا کر امام زہری کے پاس پہنچا دیا ۔ طویل مذاکرہ علمیہ کرنے کے بعد دوسرے دن واپس آئے تو شاگردوں نے پوچھا آپ نے امام زہری کو کیسا پایا ۔ فرمانے لگے

واللہ ما رایت مثل ھذا القرشی قط [1] — خدا کی قسم! میں نے آج تک اس قریشی عالم جیسا کوئی عالم نہیں دیکھا۔

بعد میں کبھی تذکرہ ہوتا تو فرماتے میں نے حضرت جابر، حضرت عبداللہ بن عباس ، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر جیسے جلیل القدر صحابہ کرام کی ہم نشینی کی ہے مگر کسی کو زہری کی طرح بین اور دلنشین طریقہ سے حدیث بیان کرتے نہیں دیکھا۔[2]

فقیہ مدینہ اور امام مالک کے چوٹی کے استاذ حضرت ربیعہ آپ کا ہاتھ پکڑ کر دیوانخانہ میں لے گئے ۔ اور علمی مذاکرہ کرنے لگے ۔ جب عصر کے وقت باہر آئے تو امام زہری کہتے تھے میرا خیال نہیں تھا کہ مدینہ منورہ میں ربیعہ جیسا کوئی عالم ہوگا ۔ اور امام ربیعہ کہتے تھے میں نہیں سمجھتا تھا کہ کوئی شخص علم میں اس حد تک پہنچ سکتا ہے ، جہاں ابن شہاب زہری کی رسائی ہے ۔[3]

فقیہ شام ، امام مکحول سے کسی نے پوچھا جن علماء سے آپ کو ملنے کا اتفاق ہوا ہے ان میں آپ نے سب سے بڑا عالم کس کو پایا ہے ؟ کہنے لگے ابن شہاب کو ۔ سائل نے کہا پھر کس کو ؟ فرمایا ابن شہاب کو ۔ سائل نے تیسری مرتبہ پوچھا پھر کس کو ؟ بولے پھر بھی ابن شہاب کو [4] ائمہ اربعہ کے رکن اعظم امام مالک فرماتے ہیں میں نے بجز ایک شخص کے کسی کو نہیں دیکھا جو بیک وقت محدث بھی ہو اور فقیہ بھی ۔ کسی نے پوچھا وہ کون ہے ؟ فرمایا وہ ابن شہاب زہری ہیں [5] نیز فرمایا علم حدیث دین ہے اس لئے دیکھو تم دین کس سے سیکھتے ہو ۔ پھر مسجد نبوی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ۔ خدا کی قسم ! میں نے یہاں ستر شیوخ کو قال رسول اللہ قال رسول اللہ کر کے حدیث بیان کرتے سنا ہے مگر کسی سے ایک حرف نہیں لیا کیونکہ وہ

[1] ابن خلکان ص ۴۵۱ [2] البدایہ والنہایہ ص ۳۴۴/۹ [3] تذکرۃ الحفاظ ص ۱۰۴/۱ [4] ابن خلکان ص ۴۵۱ ۔ صفۃ الصفوہ ص ۶۴/۲

میرے نزدیک اس کے اہل نہیں تھے لیکن ابن شہاب زہری عالم شباب میں مدینہ طیبہ آئے تو ہم نے ان کے دروازے پر بھیڑ کر دی کیونکہ وہ ہر لحاظ سے درس حدیث دینے کے اہل تھے[۱] امام مالک آپ کی ہر دلعزیزی اور قبولیت عامہ کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب آپ مدینہ میں وارد ہوتے تو تمام محدثین کے حلقہ ہائے درس بند ہو جاتے تھے۔ کوئی شخص حدیث بیان کرنے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔ طالبانِ علم اور عام لوگوں کا ہر وقت آپ کے گرد جمگھٹا لگا رہتا تھا اور جب تک آپ مدینہ سے رخصت نہ ہو جاتے برابر یہی حالت قائم رہتی[۲] حافظ بصرہ امام ایوب سختیانی فرماتے ہیں "میں نے امام زہری سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا" صخر بن جویریہ نے کہا حسن بصری بھی نہیں؟ بولے میں نے زہری سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا[۳]

امراء و سلاطین کے نزدیک آپ کی قدر و منزلت ملوک و سلاطین بھی آپ کے بڑے قدردان اور مداح تھے۔ حافظ ذہبی بنو امیہ کے سب سے بااقتدار اور صاحب علم خلیفہ عبدالملک کے متعلق لکھتے ہیں کہ جب ۸۰ ہجری میں اس کے پاس گئے تو وہ آپ کی علمی استعداد اور اجتہادی شان دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ آپ کو انعام دیا اور آپ کا سارا قرض سرکاری خزانہ سے ادا کر دیا[۴] امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز جو خود بھی ایک جلیل القدر فقیہ اور محدث تھے آپ کے اس قدر گرویدہ تھے کہ اپنے ماتحت عملہ اور عام لوگوں کو آپ سے استفادہ کی تاکید کرتے تھے۔ اور حضرت حسن بصری، امام محمد بن سیرین اور ان کے ہم پایہ دیگر اجلہ اہل علم کی زندگی میں فرمایا کرتے تھے۔ زہری کے پاس جا کر علم حدیث سیکھو۔ آج ان سے بڑھ کر سنت صحیحہ کا علم رکھنے والا کوئی شخص باقی نہیں رہا[۵]۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو آپ کے حفظ و اتقان، ثقاہت و عدالت اور وسعتِ معلومات پر اس قدر اعتماد تھا کہ انہوں نے آپ کو اپنے عہد حکومت میں تدوین حدیث کی اہم خدمت پر مقرر کر دیا۔ اور اس ذمہ داری سے کماحقہ عہدہ برآ ہونے کے لئے ان کی نظر انتخاب آپ پر ہی پڑی جسے آپ نے باحسن وجوہ ادا کیا۔ آپ کو بنو امیہ کے دوسرے خلفاء ولید، سلیمان، ہشام اور یزید ابنائے عبدالملک کا بھی اعتماد حاصل تھا۔ یہ لوگ آپ سے بڑے ادب و احترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔

آپ اپنے زمانہ کے بعد کے علماء کی نظر میں آئمہ اربعہ کے دوسرے رکن حضرت امام شافعیؒ

---

[۱] صفۃ الصفوہ ص ۷۷ ج ۲ [۲] البدایہ ص ۳۴۳ ج ۹ [۳] صفۃ الصفوہ ص ۷۷ ج ۲ [۴] تذکرۃ الحفاظ ص ۱۰۳ ج ۱ [۵] صفۃ الصفوہ ص ۷۸ ج ۲

فرماتے ہیں اگر زہری نہ ہوتے تو مدینہ سے علم حدیث مٹ جاتا۔[1] امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں۔ علی الاطلاق تمام سندوں سے زیادہ صحیح سند زہری عن سالم عن ابیہ ہے۔[2]

امام نسائی فرماتے ہیں جن سندوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نقل کی جاتی ہیں ان میں چار سندیں سب سے اعلےٰ اور چوٹی کی ہیں۔ آپ نے ان میں دو امام زہری کی بیان کی ہیں۔

(۱) زهري عن علي بن الحسين عن ابيه عن جده (۲) زهري عن عبيد الله عن ابن عباس۔[3]

حافظ ابن حجر جن کا مثیل متاخرین نقادِ حدیث میں آج تک پیدا نہیں ہوا لکھتے ہیں۔

محمد بن شهاب القرشي الزهري	حافظ ابو بکر محمد بن شہاب زہری قرشی
الفقيه ابو بكر الحافظ احد الائمة	فقیہ جو چوٹی کے اماموں میں سے ایک
الاعلام وعالم الحجاز والشام[4]	امام اور حجاز و شام کے عالم ہیں۔

حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔

الزهري اعلم الحفاظ ابو بكر	ابو بکر محمد بن شہاب زہری قریشی کا ذکر جو
محمد بن شهاب القرشي المدني	حفاظ حدیث میں سب سے بڑے عالم اور
الامام[5]	مدینہ منورہ کے رہنے والے ایک امام ہیں۔

(باقی)

(بقیہ از صفحہ ۲۶۰)

قبولِ عام بخشا۔ اور عہد صحابہ سے آج تک امت مرحومہ احادیث و سنن نبویہ پر التزام و اہتمام کے ساتھ عمل پیرا رہی یہ حسن قبول اور یہ تعامل امت احادیث کی حفاظت و صیانت پر بلکہ خود اس کی حجیت پر بھی ایک مستقل دلیل ہے کیونکہ امت مرحومہ کا اجتماع کسی امر ضلال و باطل پر نہیں ہو سکتا۔ (مقدمہ ابن الصلاح و فتح المغیث للسخاوی)

دشمنان حدیث و اعداء سنت کے استہزا اور سخریہ کے باوجود احادیث نبویہ کا جو مقام اور امت مرحومہ میں اس کے ساتھ عملی اہتمام رہا ہے۔ وہ انشاء اللہ تا قیام قیامت باقی رہے گا۔ اور مسلمان ہمیشہ ہمیش کتاب اللہ و سنت نبویہ کے ساتھ تمسک و التزام کرینگے اور اس طرح غلط راہ پر پڑنے سے ابدالآباد کے لئے محفوظ رہیں گے۔ اللهم فوفق واحم۔　　　(باقی)

[1] تہذیب الاسماء ص۱۰۱ جلد ۱ [2] تہذیب الاسماء ص۱۰۱ جلد ۱ [3] تہذیب التہذیب ص۴۴۷ جلد ۹ [4] ایضاً۔ [5] تذکرہ ص۱۰۳ جلد ۱۔